محاربۂ حق و باطل

صفوۃ العلماء مولانا سید کلب عابد نقوی رحمت مآب طاب ثراہ

حق و باطل میں معرکہ آرائی جاری ہے اور یہ جنگ اس وقت تک باقی رہے گی جب تک امام آخر کی شمشیر آبدار باطل کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر نہ پھینک دے۔ اس مخالفت کی ابتداء شیطان کے جناب آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے سے ہوئی۔ جس کے بعد سے کوئی زمانہ ایسا نہیں ملتا جس میں یہ جنگ جاری نہ ہو۔ کبھی باطل کے پرستار قابیل نے ہابیل کو موت کے گھاٹ اتارا، کبھی جناب یوسفؑ کو بھائیوں کے ہاتھوں تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں، زکریاؑ پر آرے چلے، یحییٰؑ کا خون ناحق بہا، موسیٰ کو شہروں کی خاک چھاننا پڑی، ایوبؑ کو مصائب کا شکار ہونا پڑا، عیسیٰؑ پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے (بقول عیسائیوں کے عیسیٰؑ کو سولی دی گئی) غرض ہر علمبردار حق کو مصائب کا شکار ہونا پڑا۔ ہر مصلح کو طاغوتی طاقتوں کے پجاریوں سے جان بچانا دشوار ہوگئی مگر فتح بالآخر حق ہی کو ہوتی رہی۔ ہمیشہ باطل پرست حق کے طرفداروں پر ظلم کر کے تھک گئے لیکن حق کا ہی بول بالا رہا۔

قابیل ہابیل کو قتل کر کے خود پشیمان ہوا۔ برادران یوسفؑ بھائی کے سامنے سجدہ کناں نظر آئے۔ زہر نے سقراط کو تو موت کی نیند سلا دیا مگر قوم کے لئے آب حیات کا کام کیا۔ زکریاؑ کا نام مظلوموں کی فہرست میں نمایاں جگہ پر ہے اور قاتلوں پر آج بھی لعنت ہوتی ہے۔ یحییٰؑ کے خون ناحق کا جوش اس وقت تک نہ تھما جب تک کہ قوم بنی اسرائیل سے ستّر ہزار گلے نہ کٹ گئے، موسیٰؑ ساحل کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور فرعون نے موج عذاب کی آغوش میں جگہ پائی۔ عیسیٰؑ فلک پر پہنچ گئے یہودیوں کو زمین پر سر چھپانے کی جگہ نہیں ملتی۔ غرض حق و باطل میں ہمیشہ جنگ ہوتی رہی اور باوجود ظاہری قوت وحشمت کے بھی باطل ہی کو شکست ہوتی رہی۔ چنانچہ ایک ایسا ہی محاربہ میدان کربلا میں بھی پیش آیا جس میں ایک طرف کچھ حق کے پرستار سر بکف اور دوسری طرف باطل کے پجاری ہزاروں کی تعداد میں صف بستہ تھے۔ باطل پرستوں نے دنیاوی قوت وطاقت کے بل بوتے پر انتہائی ظلم وستم توڑے اور حق کے ماننے والے صبر واستقلال سے تمام مصائب جھیل گئے۔ ناقابل برداشت تکلیفیں برداشت کر گئے۔ مگر جادۂ حق سے ایک انچ نہ ہٹے۔

واقعہ کربلا سے پہلے بھی تمام معرکے حق وصداقت ہی کی راہ میں ہوئے۔ تمام قربانیاں انھیں کے نام پر چڑھائی گئی تھیں۔

لیکن کربلا کے مرنے والے کچھ ایسا معیار قائم کر گئے جن کے بعد گذشتہ کارنامے ہیچ نظر آتے ہیں۔

جناب آدمؑ کو شیطان کے مقابلے میں یقیناً زبردست کامیابی ہوئی۔ مگر خود ان کے قدم بھی جادہ صبر و رضا سے ڈگمگا گئے اور جنت چھوڑنا پڑی۔

نوحؑ کی کشتی گرداب ہلاکت سے بچ کر ساحل کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ مخالف غرق بحر فنا ہوئے مگر محبت پدری سے ایسا مغلوب ہوئے کہ آخر قدرت کو جھڑکنا پڑا لَیسَ مِنْ اَھلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیرُ صَالِحٍ۔

یوسفؑ بھی ترک اولیٰ کے مرتکب ہوئے جس پر نبوت ان کی نسل سے بھائی کی نسل میں منتقل ہوگئی۔ موسیٰ نے بہت تکلیفیں برداشت کیں مگر ایک وقت ان کے دل پر بھی خوف ودہشت کی حکمرانی تھی۔ جس پر نداء قدرت گواہ ہے عیسیٰؑ کی قربانی یقیناً قابل قدر ہے مگر وہ بھی ایلیا سے فریادی تھے۔ جناب ایوبؑ نے بہت زحمتیں برداشت کیں لیکن زوجہ کے گیسو پر نامحرم کی نظر پڑ جانے سے ان کا بھی پیمانہ صبر لبریز ہوگیا۔

ان سب کے مقابلہ میں جب حسینؑ ابن علیؑ کے صبر واستقلال قربانی کی عظمت اور راضی برضا رہنے کو دیکھا جاتا ہے تو زمین وآسمان کا فرق نظر آتا ہے معرکۂ کربلا کے سامنے گذشتہ کارنامے، کارنامہ کہنے کے لائق نہیں ہیں۔ وہ آدم تھے کہ قدموں میں لغزش آگئی اور یہ حسینؑ تھے کہ انقلابی زلزلے آکر گذر گئے مگر پائے ثبات میں لغزش نہ ہوئی بقول حضرت شاعرؔ اجتہادی ؎

زلزلے آئیں ہلے عرش خدا ممکن ہے
قلب شبیرؑ لرز جائے یہ ناممکن ہے

موسیٰ فرعونیوں کے خوف س ڈر جائیں، حسینؑ کے توشششماہے بچہ نے بھی موت کا مسکرا کر استقبال کیا۔ نوحؑ کو بیٹے کی محبت بے چین کردے۔ مگر حسینؑ کے غلام حُرؔ بھی بیٹے کو خاک وخون میں غلطاں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ عیسیٰؑ اپنی ذاتی قربانی پر خدا سے فریاد کرنے لگیں، موت کو دیکھ کر پریشان ہوجائیں۔ جس پر انجیل گواہ ہے:

''پھر وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہوکر اور بھی دلسوزی سے دعا مانگنے لگا اور اس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بوند ہوکر زمین پر گرنے لگا۔'' (لوقا ۴۵ ۴ / ۲۴) نہایت حیران اور پریشان ہونے لگا۔ اور اس نے کہا۔ میری جان بہت غمگین ہے۔

یسوع کی آخری دعا:— اور وہ تھوڑا آگے بڑھا اور زمین پر گر کر دعا مانگنے لگا کہ اگر ہوسکے تو یہ گھڑی مجھ سے ٹل جائے اور کہا کہ اے باپ تجھ سے سب کچھ ہوسکتا ہے اس بلا کو مجھ سے ہٹالے۔　(مرقس ۲۶ / ۱۴)

اس کے مقابلہ میں امام حسینؑ ہر مقام پر فرماتے جاتے تھے۔ جوں جوں وقت شہادت نزدیک ہوتا جاتا تھا چہرہ مبارک پر خون دوڑتا جاتا تھا۔ گھر بھر کو لٹا کر بھی شکر خدا کے سوا کوئی کلمۂ شکایت دہن مبارک سے نہ نکلا۔

ہر استاد کا امتحان اس کے شاگرد سے لیا جاسکتا ہے اگر اس نظریہ کے ماتحت ہم حسینؑ اور عیسیٰؑ کا مقابلہ کریں تو ادھر خود مسیح اپنے بارہ حواریین سے کہتے نظر آئیں گے۔

جب شام ہوئی تو وہ بارہ شاگردوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھا اور جب وہ کھا رہے تھے تو ان سے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم میں سے ایک مجھے پکڑائے گا اس وقت یسوع نے کہا تم سب میری بابت ٹھوکریں کھاؤ گے۔

چنانچہ یہودا نے جو اُن بارہ میں سے ایک تھا۔ اسے آکر خود کو گرفتار کرایا۔ جب یسوع گرفتار ہوا تو سارے شاگرد چھوڑ کر اسے بھاگ گئے۔　(متی باب ۲۶)

مگر ایک نوجوان جو اپنے بدن پر مہین چادر اوڑھے تھا اس کے ساتھ ہولیا۔ مگر جب اسے لوگوں نے پکڑا تو وہ چادر چھوڑ کے ننگا بھاگا۔ (مرقس ۵۲/ ۱۴) اپنے پطرس حواری سے کہا کہ تو مرغ کے دوبار اذان دینے سے پہلے تین بار میرا انکار کرے گا۔ (۳۰/ ۱۴) پطرس لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں یسوع کو نہیں جانتا۔

یہ ہیں اصحاب عیسیٰؑ جن کے متعلق خود جناب عیسیٰؑ گواہی دے رہے ہیں کہ تم سب ٹھوکر کھاؤ گے۔ انہیں میں سے ایک خوف جان سے لعنت پر آمادہ ہوگیا۔ انھیں بارہ حواریوں جو یسوع کی تمام عمر کی محنت کا نتیجہ تھے ایک یہودا بھی نکلا جس نے مخبری کرکے مسیح کو گرفتار کرایا اور جس کو قتل مسیح کا سب سے زیادہ ذمہ دار قرار دیا جاسکتا ہے۔

مگر حسینؑ کے بہتر ساتھیوں میں ایک بھی یہودا نہ نکلا حالانکہ ان میں سے بعض ایسے تھے جن کو امام کی صحبت سے صرف چند دن فیضیاب ہونے کا موقع ملا تھا اور کچھ ایسے بھی تھے جن کو امامؑ کی ہمراہی میں صرف چند گھنٹے ہوئے تھے۔ (جیسے حُر یا وہب کلبی) وہ ایوبؑ تھے کہ زوجہ کے گیسو پر غیر کی نظر پڑ جانے سے بے قرار ہوگئے۔ لیکن حسینؑ میدان امتحان میں بہنوں بیٹیوں کے سر کھل جانے پر بھی راضی ہوگئے۔ میری ناموس کا پردہ رہے یا نہ رہے مگر امت کی پردہ پوشی ہوجائے۔

اسی لئے ہم معرکہ کربلا کو حق و باطل کا مجاہدہ عظمیٰ اور کربلا کے شہید کو سید الشہداء کا لقب دیتے ہیں۔

اور یہی وجہ تھی کہ تمام دوسری قربانیوں اور شہادتوں کے اثرات محدود رہے۔ لیکن کربلا کی جنگ کے فوائد نامحدود۔

یہاں تک کہ ہم بارگاہ رسالت میں دست بستہ عرض پرداز ہوسکتے ہیں کہ یارسولؐ اللہ یقیناً آپ نے اسلام کے پھیلانے میں بہت زحمتیں اور تکلیفیں برداشت کیں۔ اور ان کا نتیجہ خاطر خواہ ہوا یعنی اسلام تمام جزیرۃ العرب میں پھیل گیا۔ مگر پھر بھی آپ کی کوششوں کے نتائج ایک محدود زمانہ پر ختم ہورہے تھے اور ادھر رسولؐ کی آنکھ بند ہوئی۔ ادھر اصول وفروع اسلام میں تبدیلی شروع ہوگئی۔ یہاں تک کہ باطل کے علمبردار یزید نے اسلام کی ظاہری تصویر کو بھی مٹانا چاہا۔ اور وہ یقیناً اپنے ارادہ میں کامیاب ہوجاتا اگر آپ کے پارہ جگر آپ کی گود کے پالے حسینؑ ابن علیؑ نے اپنے خون سے شجر اسلام کی آب یاری نہ کردی ہوتی۔

مگر ادھر تو حسینؑ نے زیر خنجر مسکرا کر جان دی اور ادھر اسلام کے قالب مردہ میں روح دوڑ گئی۔

حسینؑ نے اپنی اور اپنے مختصر لشکر کی قربانی دے کر اسلام کو بچالیا۔ اب حسینؑ کے خون سے سینچا ہوا اسلام غیر فانی ہے۔ قیامت تک کوئی طاقت اس کو مٹا نہیں سکتی۔ مٹانے والے خود مٹ جائیں گے اور اسلام کا باغ لہلہاتا رہے گا۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے حسینؑ کے ہاتھوں وہ لچک دے دی کہ اب:

''اتنا ہی یہ اُبھرے گا جتنا کہ دبائیں گے''

❁❁❁